۱۴واں باب

حجاج کو اسلام اور اُس کی دعوت سے دور رکھنے کی تدابیر

۹۶	نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوتی مہم کے پہلے حج کی آمد آمد
۹۶	دارالندوہ میں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مہم سے نبٹنے کے لیے میٹنگ
۹۸	میٹنگ میں مباحثے پر قرآن کا تبصرہ
۱۰۰	قریش کا پروپیگنڈہ، عرب میں اسلام کی شہرت کا ذریعہ بن گیا
۱۰۱	ایک ایک فرد کی اس انقلابی دعوت میں اہمیت
۱۰۳	جب کائنات کو ختم کرنے کے کام کا آغاز ہو گا

چودھواں باب

حجاج کو اسلام اور اُس کی دعوت سے دور رکھنے کی تدابیر

نبی ﷺ کی دعوتی مہم کے پہلے حج کی آمد آمد

نبوت کا چوتھا سال اپنے وسط کو پیچھے چھوڑ کر نصف آخر کی طرف بڑھنے لگا۔ قریش کو گلہ تھا کہ ابو طالب نے اپنے بھتیجے کو نہیں روکا، جاہلی تہذیب کی معیشت اور قریش کی سیادت و قیادت اُن کے مذہب کی بنیاد پر تھی، کعبۃ اللہ بلاشبہ ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا[20] مگر ابراہیمؑ کا دین گم ہو گیا تھا اور سینکڑوں بتوں نے مرکزِ توحید پر قبضہ کر لیا تھا، یہ قبضہ ہی اُن کی معیشت کے پیچھے ساری دولت کی ریل پیل میں لگے انجن کا ایندھن تھا۔

حج کا موسم بت پرستی کے شعار کا بڑا اظہار اور اہلِ مکہ کی بڑائی کا نشان تھا۔ وہ سوچ میں تھے کہ اس مرتبہ جب سارے عرب سے حاجی جمع ہوں گے تو کیا محمدؐ اُن کے سامنے بھی ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہے گا؟ ہمارے سسٹم کی عیب چینی اور ہماری عقلوں کا ماتم کرے گا؟ اگر وہ اپنی دلیل اور شیریں کلامی کی بدولت مقبولِ عام ہو گیا تو ہم تو خود بخود احمق اور مذہب بت پرستی کی بنیاد پر نظامِ معیشت و تمدن بنانے والے ہمارے باپ دادا گم راہ قرار پائیں گے!!!

دارالندوہ میں نبی ﷺ کی مہم سے نبٹنے کے لیے میٹنگ

وہ ضروری سمجھتے تھے کہ نبی ﷺ کے متعلق کسی ایسی بات پر اتفاق کر لیں کہ جس کی وجہ سے اہلِ عرب کے دلوں پر آپؐ کی تبلیغ کا اثر نہ ہو۔ چناں چہ اس موضوع (issue) پر گفت و شنید کے لیے خالد بن ولیدؓ کے والد ولید بن مغیرہ (عبدالمطلب کے بعد قریش کا سردارِ اعظم) نے سب کو دارالندوہ میں جمع کیا۔ ولید نے کہا: اس اِشو پر ہم سب کو متفق الرّائے ہونا چاہیے ایسا نہ ہو کہ محمدؐ کے

---

۲۰ بیہقی کی ایک روایت کے مطابق کعبہ کی اولین تعمیر جناب آدمؑ نے کی تھی، جو سیلابوں کی نذر ہو چکی تھی۔ ابراہیمؑ نے اُس کی اُن پرانی ہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کی۔

بارے میں مختلف بیانوں سے خود ہم ہی ایک دوسرے کو غلط قرار دیں اور ایک کی بات دوسرے کی دلیل کی کاٹ کرے۔ قریش نے اپنے بزرگ سردار اور مانے ہوئے دانش ور سے کہا: آپ ہی کہیے۔ اُس نے کہا: نہیں تم لوگ اپنی اپنی رائے دو، میں پہلے سب کی سنوں گا پھر کچھ کہہ سکوں گا۔ اس پر چند لوگوں نے کہا: ہم کہیں گے وہ کاہن ہے۔ ولید نے کہا: نہیں واللہ! وہ کاہن نہیں ہے، ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ اس شخص کے کلام میں نہ کاہنوں جیسی گنگناہٹ ہے نہ ان جیسی قافیہ گوئی اور تک بندی۔

اس پر لوگوں نے کہا: تب ہم کہیں گے کہ وہ پاگل ہے۔ ولید نے کہا: نہیں، وہ پاگل بھی نہیں، ہم نے پاگل بھی دیکھے ہیں اور اُن کی کیفیات بھی۔ اس شخص کے اندر نہ پاگلوں جیسی دَم گھٹنے (بے ہوشی) کی کیفیت اور الٹی سیدھی حرکتیں ہیں اور نہ اُن جیسی بہکی بہکی باتیں۔

محفل میں جمع مخالفین کے سرداروں نے کہا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا: وہ شاعر بھی نہیں کیوں کہ اُن کی بات اشعار کی کسی بھی صنف سے کوئی تعلق نہیں رکھتی، ہمیں رجز، ہجز، قریض، مقبوض، مبسوط سارے ہی اصنافِ سخن معلوم ہیں۔ اس کی بات بہر حال شعر نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے کہا: تب ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔ ولید نے کہا یہ شخص جادوگر بھی نہیں۔ ہم نے جادوگر اور ان کا جادو بھی دیکھا ہے، یہ شخص نہ تو ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتا ہے نہ گرہیں لگاتا ہے۔

لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے تو ہماری تمام تجاویز رد کر دی ہیں تو ہم آخر کیا کہیں گے؟ ولید نے کہا ان باتوں میں سے جو بات بھی تم کرو گے لوگ اس کو ناروا الزام سمجھیں گے۔ اللہ کی قسم! محمدؐ کے کلام میں بڑی حلاوت ہے، اس کی جڑ بڑی گہری اور اس کی ڈالیاں بڑی ثمردار ہیں۔ پیش کی جانے والی ہر تجویز کو جب ولید اس طرح رد کرتا رہا اور اُس کے جوابات ایک انداز سے محمد رسول اللہ ﷺ کی حمایت کرتے نظر آئے تو ابوجہل ولید کے پیچھے لگ گیا اور کہا کہ تیری قوم راضی نہ ہو گی جب تک تم محمدؐ کے بارے میں کوئی بات نہ کہو۔ اُس نے کہا اچھا مجھے غور کر لینے دو۔ پھر خوب سوچ کر بولا موزوں ترین بات جو کہی جاسکتی ہے وہ بس اتنی ہے کہ تم حاجیوں سے کہو یہ شخص ایسا جادو بھرا کلام پیش کرتا ہے جس کے ذریعے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر بیوی اور کنبے قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے

'بالآخر لوگ اسی تجویز پر متفق ہو کر وہاں سے رخصت ہوئے۔

☆☆☆☆

میٹنگ میں مباحثے پر قرآن کا تبصرہ

۳۹: سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر [۷۴-۲۹ تَبٰرَكَ الَّذِیْ] آیات ۸ - ۵۶

اِدھر [غالباً دار لندوہ میں] محفلِ قریش میں یہ مباحثہ ایک اتفاقِ رائے پر ختم ہو رہا ہے اُدھر [غالباً دارِ ارقم میں، واللہ اَعلمُ] روح الامین، جبریل علیہ السلام سورۃ المدثر کی اگلی آیات لے کر نازل ہوتے ہیں [یاد رہے کہ سورۃ المدثر کی پہلی سات آیات تو دوسری وحی کے طور پر اُس وقت نازل ہوئی تھیں جب آپؐ اپنا اعتکاف مکمل کر کے یکم شوال کو گھر واپس آ رہے تھے] ولید بن مغیرہ کا نام لیے بغیر اللہ تعالیٰ اُس دانش ور سردار پر اپنے انتہائی غصے کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کی دانش وری اور ایکٹنگ و مکاری کا کیا خوب پردہ ان آیات میں چاک کیا گیا ہے ہر دور میں دشمنانِ دین ایسے ہی دانش ور، اسکالر، صحافی، پروفیسر، ججز، وزرا، اینکرز اور سفراء بن کر تھنک ٹینکس بن جاتے ہیں، قرآن اِن کی ہوائیاں اُڑاتا (مذاق اڑاتا) ہے کہ اس سے زیادہ کے یہ لائق توجہ نہیں ہوتے!!! کفار مکہ کی اس سازش پر عمل درآمد کی تفصیل کو ہم ذرا بعد میں بیان کریں گے ضروری ہے کہ جانا جائے کہ جبریلِ امین سورۃ المدثر میں کیا پیغام لے کر آئے ہیں۔ اس تنزیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں : سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر (دوسرا حصہ)

> بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جس دن صُور میں پھُونک ماری جائے گی، وہ دن محمد ﷺ کی دعوت کے انکاریوں کے لیے بڑا ہی مشکل اور سخت دن ہو گا- چھوڑ دو مجھے اِس آدمی سے نبٹنے کے لیے، جسے میں نے اکیلا پیدا کیا، بے حساب مال و دولت سے نوازا، اس کے ارد گرد فرماں برداری کے لیے سعادت مند بیٹے دیے، اور اس کے لیے عزت و اقتدار کو گھر کی لونڈی بنا دیا۔ ہمارے رسول کی بات کو ٹھکرا کر،
>
> خالق و مالک سے اپنی ساری بے وفائی کے باوجود امید رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ مال، عزت و اقتدار دُوں۔ ہر گز نہیں، وہ ہماری ہدایات و احکامات سے بغض و عناد رکھتا ہے۔ میں جلد ہی اُسے مشکل میں پھنسا دوں گا۔ بڑا دانش ور بنا پھرتا ہے اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی، تو اللہ کی مار اس پر،

کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ ہاں، اللہ کی مار اُس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ پھر پیشانی سکیڑی اور مُنہ بنایا۔ پھر پلٹا اور تکبّر میں پڑ گیا۔ دور کی کوڑی لایا اور بولا کہ محمد کی باتیں کچھ نہیں ہیں بس اُسی طرح کا ایک جادُو ہے جو پہلے سے جادو گر کرتے آرہے ہیں، یہ کوئی اللہ کا کلام نہیں ہے یہ تو محض ایک انسانی کلام ہے۔ .... [مفہوم آیات ۸تا۲۵]

اس کی اس بے ہودہ بکواس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو کر فرماتے ہیں کہ: بہت جلد میں اسے دوزخ میں جھونک دوں گا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دوزخ؟ کھال جھلسا دینے والی، نہ انسان کو باقی رکھے گی اور نہ ہی خاکستر کر کے چھوڑے گی سدا جلاتی ہی رہے گی! اُنّیس کارکن اُس کے انتظام پر مقرر ہیں۔۔۔ ہم نے دوزخ کے یہ کارکن فرشتے بنائے ہیں، اور ان کی تعداد کو کافروں کے لیے فتنہ بنا دیا ہے، دل کی بیماریوں میں مبتلا یہ کفّار کہیں گے کہ بھلا کل اُنیس؟ یا یہ کہ اُنیس ہی کیوں؟' اللہ کا اِس عجیب بات سے کیا مطلب ہو سکتا ہے؟' اِس طرح اللہ جسے چاہتا ہے گم راہ کر دیتا ہے۔ دوسری جانب یہ تعداد کا بیان اہلِ کتاب کو اس نبی کی نبوت کا یقین دلاتا اور اہلِ ایمان کے ایمان کو بڑھاتا ہے پس اہلِ کتاب اور مومنین کسی شک میں نہ رہیں، اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے۔ اے محمد ﷺ تیرے رب کے لشکروں کو خود اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اِس دوزخ کا ذکر اِس کے سوا کسی غرض کے لیے نہیں کیا گیا کہ لوگوں کو اس سے نصیحت ہو۔ .... [مفہوم آیات ۲۶تا۳۱]

ہر گز نہیں، قسم ہے چاند کی، اور رات کی جب کہ وہ پلٹتی ہے، اور صبح کی جب کہ وہ روشن ہوتی ہے، یہ دوزخ بھی بڑی چیزوں میں سے ایک ہے، انسانوں کو خوف زدہ کرنے والی، تم میں سے ہر اُس شخص کو خوف زدہ کر دینے والی جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہ جانا چاہے۔ ہر متنفّس اپنے کسب کے بدلے رہن ہے، دائیں بازو والوں کے سوا، جو جنّتوں میں ہوں گے۔ وہاں وہ مجرموں سے پوچھیں گے: "تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟" وہ کہیں گے قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے، اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں

کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے۔ اور روزِ جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اُس یقینی چیز سے سابقہ پیش آگیا۔ اُس وقت سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے کسی کام نہ آئے گی۔ آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ اِس نصیحت سے مُنہ موڑ رہے ہیں گویا یہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑے ہیں۔ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝ بلکہ اِن میں سے تو ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اُس کے نام کُھلے خط بھیجے جائیں۔ ہر گز نہیں، اصل بات یہ ہے کہ یہ آخرت کا خوف نہیں رکھتے۔ ہر گز نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اس سے سبق حاصل کر لے۔ [اللہ کو کسی کے ایمان کی کوئی ضرورت نہیں پڑ گئی ہے کہ وہ اس کی شرطیں پوری کرتا پھرے۔ قرآن ایک عام نصیحت ہے جو سب کے سامنے پیش کر دی گئی ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے اللہ اس کا مستحق ہے کہ لوگ اس کی نافرمانی سے ڈریں، اور اسی کی یہ شان ہے کہ جو شخص بھی تقویٰ اور خدا ترسی کا رویہ اختیار کر لے اسے وہ معاف کر دیتا ہے] اور سنو! وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ یہ کوئی سبق حاصل نہ کریں گے اِلّا یہ کہ اللہ ہی ایسا چاہے۔ وہ اس کا حق دار ہے کہ اُس سے تقویٰ کیا جائے اور اس کو یہی زیبا ہے کہ تقویٰ کرنے والوں کو بخش دے۔ [مفہوم آیات ۳۲- ۵۶]

☆☆☆☆

قریش کا پروپیگنڈہ سارے عرب میں اسلام کی شہرت کا ذریعہ بن گیا

روح الامین کے لائے ہوئے پیغام کا مفہوم سننے کے بعد ہم دوبارہ تاریخ کی جنگاہ، شہرِ بکہ میں پہنچ جاتے ہیں جہاں خاتم النبین محمد ﷺ کی قیادت میں حق، باطل کے ساتھ پنجہ آزما ہے۔ طے شدہ منصوبے کے مطابق حج کے زمانے میں کچھ کفارِ مکہ عازمین حج کے مختلف راستوں پر بیٹھ گئے اور وہاں سے ہر گزرنے والے کو آپؐ کے "خطرے" سے آگاہ کرتے ہوئے آپؐ کے متعلق اپنے دل سے گھڑی ہوئی تفصیلات بتانے لگے۔ کچھ قریش کے وفود حاجیوں کے درمیان پھیل گئے اور انھوں نے آنے والے زائرین کو خبردار کرنا شروع کیا کہ یہاں ایک ایسا شخص اٹھ کھڑا ہوا ہے، جو بڑا جادوگر ہے اور اس کا جادو خاندان کے افراد میں لڑائی کرا دیتا ہے، اس سے ہوشیار رہنا۔ دوسری جانب رسول

اللہ ﷺ لوگوں کے ڈیروں اور عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے بازاروں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔ آپؐ جہاں بھی جاتے آپؐ کا چچا ابولہب آپؐ کے پیچھے پیچھے لگا رہتا اور کہتا کہ اس کی بات نہ ماننا یہ جھوٹا بددین ہے۔ یہ شخص صرف تکذیب ہی پر اکتفا نہیں کرتا تھا، بلکہ پتھر بھی مارتا رہتا تھا، جس سے آپؐ کی ایڑیاں خون آلود ہو جاتی تھیں۔

ایامِ حج میں حق و باطل کے اس معرکے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین نے رسول اللہ ﷺ کا نام خود ہی سارے عرب سے آئے ہوئے حاجیوں میں مشہور کر دیا اور نبی ﷺ نے اپنی دعوت بہ بنفسِ نفیس حج کے لیے آنے والے تمام وفود تک پہنچا دی۔

محمد ﷺ کی بطور نبی بعثت سے پہلے ابولہب نے اپنے دو بیٹوں عُتبہ اور عُتَیبہ کی شادی نبی ﷺ کی دو صاحبزادیوں رقیہؓ اور ام کلثومؓ سے کی تھی لیکن بعثت کے بعد اس نے نہایت سختی اور درشتی سے ان دونوں کو طلاق دلوا دی۔

ایک ایک فرد کی اس انقلابی دعوت میں اہمیت (خواہ وہ نابینا ہی کیوں نہ ہو)

۴۰: سُوْرَۃُ عَبَسَ [۸۰– ۳۰:عَمَّ]

قارئین نے دیکھا کہ نبوّت کے اس چوتھے سال کے آغاز ہی سے کس سرگرمی سے دعوت کا کام شروع ہوا اور اُتنی ہی سرگرانی کے ساتھ قریش نے پلٹ کر قیل و قال شروع کی۔ نبی ﷺ دعوت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور آپؐ کی دلی آرزو تھی کہ یہ سردارانِ قریش آپؐ کی بات مان لیں تو مکہ دعوت کا مرکز بن کر پورے حجاز اور پھر سارا عجم و جہان اِس دعوت کو اور اللہ کے اِس کلمے کو قبول کر لے۔ اپنے پیش رو انبیا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی طرح آپؐ نے بھی یہی چاہا کہ ارباب اختیار اس دعوت کو قبول کرنے والے بنیں۔ آپ ﷺ سرداران قریش سے مصروف گفتگو تھے کہ اس اثنا میں ابنِ مکتومؓ تشریف لے آئے اور آپؐ کی توجہ چاہی، آگے کا معاملہ قرآن سُورۃ عَبَسَ میں بیان کرتا ہے کہ:

> بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اے محمد ﷺ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② جب وہ نابینا تمھارے پاس آیا تو آپؐ تُرش رُو ہوئے اور اُس سے بے رُخی برتی۔ [عجیب ناروا بات ہے!] اے نبی آپؐ کو کیا معلوم شاید

وہ سُدھر جائے یا آپؐ کی دعوت پر زیادہ توجہ دے اور آپ کا اُسے نصیحت کرنا اُس کے لیے فایدہ مند ہو؟ یہ سرداران جو تمھاری بات سے بے پروائی برت رہے ہیں اُن کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو! حالاں کہ اگر وہ بات قبول نہ کریں تو تم پر کیا اُس کا کوئی بوجھ ہے؟

وَ اَمَّا مَنۡ جَآءَكَ يَسۡعٰىۙ ﴿۸﴾ وَهُوَ يَخۡشٰىۙ ﴿۹﴾ فَاَنۡتَ عَنۡهُ تَلَهّٰىۚ ﴿۱۰﴾ اور جو خود تمھارے پاس دوڑ کر آیا ہے اور جس کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈر بھی رہا ہے، اس سے تم بے رُخی برتتے ہو!

یہ بات ہرگز ٹھیک نہیں، جان لو یہ دعوت تو بس ایک نصیحت ہے، سب کے لیے، بڑے اور مقتدر طبقات کے لیے بھی اور اُسی اہمیت کے ساتھ چھوٹے اور دبائے گئے لوگوں کے لیے چاہے وہ نابینا ہی کیوں نہ ہوں اور معاشرے میں اُن کا کوئی زور نہ چلتا ہو۔ جس کا جی چاہے اِس دعوت کو قبول کرے۔ یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو مکرّم ہیں، بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں، معزّز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔

نبی ﷺ پر اپنی مرضی کا اظہار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسی دعوت کے دوسرے پہلوؤں کو کھول کر بیان کرتے ہیں: دعوت کو قبول نہ کرنے والے انسان پر لعنت ہو یہ کیسا منکرِ حق ہے؟ سوچے ذرا، بھول گیا اپنی حقیقت کو کس حقیر نُطفہ کی ایک بُوند سے اللہ نے اِسے پیدا کیا پھر اِس کی تقدیر بنائی پھر اِس کے لیے اس دنیا میں زندگی گزارنے کی راہ آسان کی پھر اِسے موت دی اور بعثت سے قبل قبر کے مرحلے میں پہنچایا[۲۱] پھر جب چاہے وہ اِسے دوبارہ پھر زندہ کر کے اُٹھا کھڑا کرے گا۔

انسان بڑا افلاطون بنتا ہے! اپنے آپ کو بڑا عقل مند جانتا اور سمجھتا ہے کہ اُس نے اپنے مقصدِ تخلیق کو پالیا ہرگز نہیں! اِس ناب کار نے وہ فرض تو ادا ہی نہیں کیا جس کا اللہ نے اِسے حکم دیا تھا یہ انسان ذرا اپنی نوع بہ نوع خوراک کو دیکھے۔ کیا یہ قادر تھا کہ اناج، سبزیاں اور پھل پیدا کر سکتا؟ ذرا غور کرو ہم نے خُوب پانی برسایا۔ نازک بیجوں نے زمین کے سینے کو کس طرح پھاڑا اور پھر غلّے، انگور، ترکاریاں،

---

۲۱ حیاتِ دنیا ختم ہونے کے بعد قیامت کے دن اُٹھائے جانے تک کے درمیانی [phase] عرصے کو قبر کہتے ہیں چاہے لاش کو جلا دیا گیا ہو یا وہ سمندر میں مچھلیوں کے پیٹ میں پہنچ گئی ہو یا زمین کے پیٹ میں جسے اصطلاحی زبان میں قبر کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں بتا رہے ہیں کہ یہ ہر انسان کے لیے مقدر ہے چناں چہ جان لیا جائے کہ قبر صرف زمینی نہیں۔ اس کی اصل حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں۔

زیتون، کھجوریں، گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل اور چارے کو تمھارے لیے اور تمھارے مویشیوں کے لیے سامانِ زندگی بنا دیا۔

جب کائنات کو ختم کرنے کے کام کا آغاز ہو گا

آخر کار جس دن ہم اس کائنات کو ختم کرنے کے کام کا آغاز کریں گے تو کان بہرے کر دینے والی ایک چنگھاڑ بلند ہو گی اُس روز یہ انسان اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ہر متنفس پر اس دن ایسا وقت آ پڑے گا کہ اُسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہو گا۔ کچھ چمکتے دمکتے چہرے اُس روز چاق و چوبند اور خوش و خرّم ہوں گے۔ اور کچھ چہروں پر اُس روز ہوائیاں اُڑ رہی ہوں گی ناکامی و نامرادی کی نحوست چہروں سے عیاں ہو گی، سیاہی چھائی ہوئی ہو گی۔ یہی وہ سوسائٹی کے بزعم خود بڑے لوگ VIPs ہیں، سنو! یہی کٹّے کافر و فاجر لوگ ہیں جو آج اس دعوت دین کے خلاف اور اللہ کے کلمے کی بلندی کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے ہیں۔............[مفہوم آیات ۱ - ۴۲]

☆☆☆☆☆

نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا مشن

الہامی اعلامیہ جسے چوتھے سال میں نازل ہونے والے قرآن کا حاصل CONCLUSION کہا جا سکے

اے اللہ کے رسول آپؐ کہہ دیجیے کہ میں تو مدد اور استعانت کے لیے صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ اُس کے [حقوق و صفات میں] کسی کو شریک نہیں کرتا اور یہ جان لیا جائے کہ اس دعویٰ نبوت کے پردے میں، میں خود اپنے لیے کسی قسم کے الوہی اختیارات کا دعویٰ نہیں کرتا ہوں. قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ﴿۲۲﴾ میں تو اللہ کا بندہ ہوں 'میں تم لوگوں کے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا۔ نقصان اور فایدہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے، مجھے اللہ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اُس کے دامن کے سوا کوئی جائے پناہ پا سکتا ہوں۔ میرا کام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچادوں 'لوگو سنو اب جو بھی اللہ کی اور میری بات نہ مانے گا اس کے لیے جہنّم کی آگ ہے اور انکاری لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے'!

[سُوْرَةُ الْجِنّ مفہوم آیات ۲۰ — ۲۳]